رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

تاریخہائے اشاعت ۷ و ۱۴ و ۲۱ و ۲۸

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

(۱) عوام سے ۵ر

(۲) خواص سے ۱۰ر

(۳) ہندوستان سے باہر سے ۸ر

(۴) غرباء اور غیر مستطیع احباب سے ۳ر

ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

جلد ۱۳ — قادیان دار الامان ۱۴ جون ۱۹۰۹ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۲۷ھ — نمبر ۲۱

ترجمۃ القرآن

اے بخیر بخدمتِ قرآں کمر بہ بند

زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

قرآن مجید کے مطالب اور معانی کو آسان طور پر سمجھانیکیلئے یہ ترجمۃ القرآن کا سلسلہ جاری کیا ہے اور یہ التزام کیا گیا ہے۔ کہ ہر مہینے کم از کم ایک پارہ ضرور شائع ہو جاوے متن کے نیچے بکیش سادہ ترجمہ دیا ہے۔ اور ترجمہ ایسا سلیس اور بامعنی ہے کہ معمولی اردو خوان بھی اس سے فایدہ اٹھا سکتا ہے۔ حاشیہ میں تفسیری نوٹ ہیں جن سے قرآن شریف کی عظمت اور دلائل نبوت کو پیش کرنا مقصود رکھا ہے حقایق و معارف قرآنی کو ایسے طور پر بیان کرنیکی کوشش کیگئی ہے کہ موجودہ زمانہ کے فلسفی اور سائنس دان بھی مزا اٹھائیں۔ ترجمہ اور نوٹوں میں حضرت خلیفۃ المسیح کے درس قرآن مجید اور حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس وقت تک تین پارے شائع ہو چکے ہیں۔ قیمت ہر سہ (تین روپیہ)

تفسیر سورہ بقرہ مکمل تین روپیہ چار آنے

مکتوبات احمدیہ جلد اوّل

تصوف کا خزانہ معرفت اور حقایق کا گنجینہ

حضرت حجۃ اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چھبیس ۲۶ سال پیشتر کے عجیب و غریب مکتوبات کا مجموعہ جو نہایت محنت اور کوشش سے جمع کر کے چھاپے گئے ہیں یہ مکتوبات بڑے بڑے عظیم الشان مسائل تصوف کا حل اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک سیرۃ کے آئینہ ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی ان کو پڑھے اور گرویدہ نہ ہو جائے۔ یہ مجموعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور موتیوں کے برابر تولنے میں بھی سستا ہے باایں قیمت صرف ۸/ فی جلد دوسری جلد میں حضرت خلیفۃ المسیح کے مکتوبات طبع ہوں گے اور بحمد للہ کہ میرے پاس وہ سامان جمع ہو ہے۔

پتہ تمام درخواستیں یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم کے نام آنی چاہئیں

(مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شائع ہوا)

اُن کو تہس نہس کر ڈالتے۔ اور ہندوستان سے مسلمانوں کا نام و نشان گم کر دیتے۔ سولھویں صدی کے وسط میں اکبر ہندوستان کے تخت پر بیٹھا۔ بادشاہوں اور شاہی خاندانوں کا تبدیل ہونا ایک معمولی سی بات ہے جس کا اثر اسلامی حکومت اور اسلامی سلطنت پر کچھ نہیں پڑ سکتا تھا۔ اگر اولوالعزم اور بہمہ صفت موصوف شہنشاہ شیر شاہ کے خاندان کے بعد بابر کا خاندان تخت ہند کا مالک ہو گیا تھا تو کیا حرج تھا۔ وہ بھی مسلمان تھے۔ یہ بھی مسلمان۔ ہندوستان کے باشندے ایسے بہت سے انقلاب شاہی خاندانوں کے دیکھ چکے تھے۔ اور ان کے نزدیک یہ ایک معمولی بات تھی۔ دو سو برس کی سخت سخت گاؤ زوریوں سے چونکہ تمام چھوٹے چھوٹے رئیس پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ اور سب کے سانس پھولے ہوئے تھے۔ اس لئے صرف ذرا سے سہارے کی ضرورت تھی۔ افغانستان و سیستان کے تازہ دم فتحمند آئے۔ اور ہندوستان کی اسلامی شہنشاہی کا قرعۂ فال ایک کودکِ نادان کے نام نکلا۔ جس کا نام اکبر تھا۔ اور جو بعد میں اکبر اعظم کے نام سے مشہور ہوا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے تجربہ کار اور بہادر مسلمان یا قسمت یا نصیب لکھا اس کودکِ نادان کے حلقہ بگوش اور بندۂ فرمان بن گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ دوسرے اسلامی ممالک میں مسلمان فتحمندوں کو اُن ممالک کی مفتوح قدیم قوموں کے ساتھ جو نسبت تھی۔ وہی نسبت ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ تھی۔ بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت مصر و ایران وغیرہ کے مسلمانوں سے بہتر تھی۔ اب قابل غور و توجہ یہ امر ہے۔ کہ اُن ممالک میں گو اسلامی سلطنت میں ضعف آگیا۔ لیکن عام اسلامی اثر جو ملک پر پڑا تھا۔ وہ آج تک بدستور قائم ہے اور اگر خدانخواستہ ان ممالک پر عیسائیوں یا کسی اور غیر مذہب کی حکومت ہو جائے۔ تب بھی وہ مسلمانوں ہی کے ملک کہلائیں گے ہندوستان میں عجیب بات ہے۔ کہ وہ مفتوح ہندو جن کا آج چار سو سال پیشتر عدم وجود برابر تھا۔ آج ہندوستان سے تمام مسلمانوں کو اسی طرح ملک بدر کرنے پر آمادہ ہیں جیسا کہ کسی زمانہ میں اُنہوں نے بوجہ مذہب [illegible] کو نہایت ظالمانہ طور سے قتل و جلاوطن کیا تھا۔ قابل توجہ یہ بات ہے۔ کہ مرے ہوئے چوہے کو گوبر کس نے سنگھایا۔ اور غریق بحر فنا کو قعر دریا سے سطح آب پر کون لایا ہے۔ اکبر کو لوگ بڑا مدبر بتلاتے ہیں میں اس کی تردید ضروری نہیں سمجھتا۔ اکبر کو لوگ اسلامی سلطنت کے لئے مفید اور قابلِ ستائش ٹھہراتے ہیں۔ میں اس کا سخت مخالف ہوں۔ اتفاقاتِ زمانہ اور ہندوستان کے مسلمانوں کی بدنصیبی نے ایک جاہل لڑکے کو شہنشاہ ہند بنا دیا جاننے والے جانتے ہیں۔ اور خوب پہچانتے ہیں کہ پٹھانوں کی خانہ جنگیوں نے اُن کے ہزاروں گروہ بنا رکھے تھے۔ اور اس طرح اُن کی طاقت بہت سے مرکزوں میں منقسم ہو کر نہایت ہی ضعیف ہو گئی تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ہمایوں کی دوبارہ آمد پر اُس کی مزاحمت نہ ہو سکی۔ تاہم اگر بیرم خان۔ علی قلی خان خانجہان وغیرہ جان سپاری و جانفشانی کو کام میں نہ لاتے۔ تو بھلا کہاں اکبر اور کہاں ہندوستان کی حکومت!۔ اکبر کی تمام لائف پر ریویو لکھنا اس وقت میرا مدعا نہیں۔ صرف اُس کی ایک خاص غلطی کا اظہار مقصود ہے۔ جو نہایت خوبصورت غلافوں میں لپٹی ہوئی ہونے کے باعث عام نگاہوں سے پوشیدہ رہی ہے۔ ہمایوں کو پٹھانوں نے ہندوستان سے نکال دیا تھا۔ اور وہ عرصہ دراز تک ادھر ادھر آوارہ و سرگردان پھرتا رہا تھا۔ مثل مشہور ہے۔ دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ پٹھانوں کے نام سے اکبر کے جسم پر رعشہ پیدا ہوتا تھا۔ اور اُس کی روح لرزتی تھی۔ حالانکہ اب پٹھانوں کی وہ طاقت اور حالت باقی نہ تھی۔ کہ وہ اکبر کو بھی ہمایوں کی طرح ہندوستان سے نکال سکتے۔ اگر وہ اس قابل ہوتے۔ تو ہمایوں کو دوبارہ آنے ہی کیوں دیتے۔

اکبر نے بجائے اس کے کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنا قوت بازو بناتا۔ اور ممالک روئے زمین کی بہترین اور کارآمد رعایا کو اپنے لئے ایک نعمت عظمیٰ اور موہبت کبریٰ سمجھ کر راس کماری تک تمام ہندوستان اور افغانستان و ترکستان تک کا بادشاہ بنتا۔ یہ ذلیل اور قابل شرم حرکت کی۔ کہ کسی طرح ہندوؤں کو تقویت دیکر مسلمانوں کا ہم مقابل اور رقیب بنایا جائے۔ یہ درحقیقت اُس کی پست ہمتی اور بزدلی تھی۔ کہ ہمایوں کے واقعات کا تصور کر کے اُس نے پٹھانوں سے بالکل قطع تعلق کرنے اور قعر مذلت میں پڑی ہوئی ہندوؤں کی قوم سے دوستی گانٹھنے اور اُن کو ناجائز اور مضر تقویت پہنچانے کا ارادہ کیا۔ یہ اس کی نادانی و خود غرضی تھی۔ کہ اُس نے ایک ذاتی اور محض خیالی اندیشہ سے بچنے کے لئے مذہب اور ملت کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ وہ ہندو جو کسی مسلمان کی ہمسری کا خیال تک کبھی دل میں نہ لا سکتے تھے۔ اور اکبر کی ہمت بندھانے اور کمر تھپکنے پر بھی وہ اس قابل نہ تھے۔ کہ مسلمانوں کے برابر دربار میں کھڑے ہونے کی جرأت کر سکیں۔ اکبر نے ان کی لڑکیوں سے شادیاں کیں۔ خاندان مغلیہ سے پیشتر بھی اکثر مسلمانوں نے ہندنیوں سے شادیاں کی تھیں اور یہ رسم پہلے ہی سے جاری تھی۔ لیکن اکبر نے اوّل اپنے سالوں اور خسروں کو اپنے ساتھ بے تکلف بنایا۔ پھر رفتہ رفتہ ان دہوتی بند رشتہ داروں کو مسلمانوں کے برابر بٹھا بٹھا کر مسلمان فاتحوں کے رعب کو ہندوؤں کے دلوں سے مٹایا۔ اور آخر کار خود بھی نیم ہندو بن کر ہندوؤں کے دلوں میں متمکن کر دیا۔ کہ ہزار برس پہلے کا زمانہ پھر عود کر آیا ہے۔ مسلمان سرداروں کی تعداد میں بھی بجائے اس کے کہ باخدا اور باغیرت مسلمان ہوتے شیعوں کے عنصر کو بڑھایا۔ لامذہبوں شیعوں اور ہندوؤں سے دربار بھرا ہوا تھا۔ اور ایک یا دو سے زیادہ کوئی پکا سُنی دربار میں امیر نہ تھا۔ اکبر کی اس مضر پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو جو اپنے ہمسایہ مسلمانوں کی خوش اخلاقی۔ خوش معاملگی دیکھ دیکھ کر اور دین اسلام

سے کما حقہ واقفیت حاصل کرنے کے بعد بخوشی خاطر مسلمان ہو رہے تھے۔ اور اس طرح راستی و حق کے تسلیم کرنے اور نور اسلام سے مستفیض و منور ہونے کا سلسلہ بڑی تیز رفتاری سے جاری تھا۔ رو بیکایک بند ہو گیا۔ بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ جب خود مسلمان بادشاہ (جاہل .. اور دین سے ناواقف ہونے کے باعث) اپنے دین کی بہت سی باتوں کو چھوڑ کر ہندوؤں کے مذاہب کی اکثر باتوں کا نہ صرف معترف بلکہ ان پر عامل بھی ہو۔ اور ہندو ہونا ملک میں عزت حاصل کرنے اور مقرب سلطانی بننے کا ایک ذریعہ سمجھا جائے۔ تو پھر چلتی گاڑی میں روڑا کیوں نہ اٹکے۔ اور اشاعت اسلام کو صدمہ کیوں نہ پہنچے۔ ہندنیوں سے عام مسلمانوں نے شادیاں کرنی شروع کیں۔ اور ان ہندنیوں اور رجپوتنیوں نے اپنے خاوندوں کو بادشاہ کا مقلد یعنی نیم ہندو بنانا شروع کیا۔ دوغلے بچوں میں حرارت اسلامی اور قوت قلبی کے کم ہونے کے باعث مسلمانوں اور ہندوؤں کا مابہ الامتیاز بھی جاتا رہا۔ ہندوؤں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور بجائے اس کے کہ وہ مسلمانوں کی خدمتگزاری و فرمانبرداری سے اپنی سلامتی و راحت تلاش کریں۔ اُن میں مسلمانوں کا مقابلہ اور اُن کا استیصال کرنے کی جرأت پیدا ہو گئی۔ بدقسمتی سے اکبر کے بعد اُس کے دو جانشین جہانگیر و شاہجہان جنہوں نے اکبر کے زیر تربیت پرورش پائی تھی۔ اور اکبر کے طرز عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ آنکھیں بند کئے ہوئے اُسی راستہ پر چلتے رہے جس پر اکبر اُن کو ڈال گیا تھا۔ اس طرح اُس زقوم کی جڑ کو جسے اکبر نے لگایا تھا۔ عرصہ دراز تک پانی ملتا رہا۔ حضرت عالمگیر علیہ الرحمۃ نے پھر اسلامی شان و شوکت کے واپس لانے کی کوشش کی۔ اور ملک میں عدل و داد کو شائع کرنا اور آفتاب اسلام کا روشن منور چہرہ لوگوں کو دکھلانا چاہا۔ اور ایک حد تک اس میں کامیاب ہو کر نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان بنایا۔ لیکن اُن کے بعد ایسے جانشین پیدا نہ ہوئے

جو حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا سا دل و دماغ رکھتے ہوتے۔ بلکہ انہیں جانشینوں کی نالائقی کا نتیجہ ہے۔ کہ آج کے دن ایک دنیا حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق غلط فہمی میں گرفتار ہے۔ اور اس دیندار پابند اسلام عادل بہادر رعایا پرور شہنشاہ کے حالات ایسے غلط اور جھوٹ پیرایہ میں بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ اصلیت و حقیقت کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ (میں ایک کتاب اس شہنشاہ کے حالات میں لکھ رہا ہوں۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہو کر تمام غلط فہمیوں کی دور کرنے والی اور حضرت عالمگیر کو اُن کی اصلی حالت میں دکھلانے والی ہو گی) مختصر کلام یہ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے تنزل اور تباہی کی جڑ قائم کرنے والا اور اسلامی اثر کو کم کرنے والا اکبر تھا۔ اس بادشاہ نے ہندوستان سے اسلام کے اثر کو زائل کرنے اور ہندوؤں کو جو بوجہ اپنی ذلت و پستی کے مسلمانوں کی ہمسری یا مقابلہ کا خیال بھی دل میں نہ لا سکتے تھے۔ مسلمانوں کا مدمقابل اور خطرناک دشمن بنانے میں نہایت سعی کی۔ اکبر نے اسلام کی آستین کے مردہ سانپ کو زندہ کر کے پرورش کیا۔ مسلمانوں کے دلوں سے مذہبی عظمت اور حمیت کو دور کر کے ان کو لامذہب بنایا اور ایک ایسے پھوڑے کو پرورش کیا۔ جس کے اندر پیپ بھری ہوئی تھی۔ اور اوپر سے چند روز تک اُس کی رنگت و سطح نہایت صاف اور چمکدار معلوم ہوتی تھی۔ میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے۔ بعض ہندوؤں کو سمجھانے کے لئے لکھا ہے۔ جو خواہ مخواہ چیخ چیخ کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر بے بنیاد اور غلط واقعات لوگوں کو سُنا سُنا کر گمراہ کر رہے ہیں۔ بعض الفاظ جو بے ساختگی کے ساتھ قلم سے نکل گئے ہیں۔ شائد ہندو دوستوں کو ناگوار معلوم ہوں۔ جن کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ اور اُن کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اُن الفاظ اور طرز کلام پر غور فرمائیں۔ جو وہ آجکل استعمال فرما رہے ہیں۔ میں نے اس مضمون میں ہرگز ہندوؤں کا دل — اور اُن کی ہتک کرنا نہیں چاہا۔ بلکہ واقعات صحیحہ کو پیش کیا ہے۔ اس مضمون میں ظاہری واقعات کی بنا پر مادی رنگ میں نتائج نکال کر دکھا دیئے گئے ہیں۔ ورنہ حقیقتاً مسلمانوں کے تنزل کا باعث بیان کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ قرآن شریف اور قرآنی تعلیم سے ناآشنائی ہی ایسی وجہ اصلی اور حقیقی سبب مسلمانوں کے تنزل کا ہے (۱) افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذٰلک منکم الا خزی فی الحیوٰۃ الدنیا۔ (۲) ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسھم۔ (۳) وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجورا۔

مسلمانوں کے تنزل کا سبب جو قرآن شریف نے بتایا ہے۔ اُس کے سوا ہرگز ہرگز اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ باقی تو صرف باتیں ہی باتیں ہیں اور بس۔

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ ۱۱ جون ۱۹۰۹ء

حدوثِ زمانہ

منوسمرتی ادھیار ۱ کے بیسویں شلوک کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ وقت اور وقت کے حصوں (سکنڈ۔ منٹ۔ گھڑی۔ اور دنوں وغیرہ) کو نکشتروں اور گرہوں کو۔ ندیوں کو۔ سمندروں کو۔ پہاڑوں کو۔ اور برابر غیر برابر زمینوں کو پرمیشر نے پیدا کیا)۔

اس شلوک سے ظاہر ہے کہ پرمیشر نے جملہ موجودات عالم کی طرح محض اپنی قدرت کاملہ سے زمانہ کو بھی پیدا کیا ہے۔ چنانچہ منوجی مہاراج ادھیار اول کے

اشلوک ۵۴ میں فرماتے ہیں۔ کہ وہ جس کی طاقت و قدرت ہمارے خیال سے باہر ہے۔ اس طرح پر اُن سب (جن کا ذکر اشلوک ۵۳ ماسبق میں ہوا) اور مجھ کو بھی پیدا کرکے وقت سے وقت کو لڑاتا ہوا یعنی زمانہ کو پیدا و معدوم کرتا ہوا) پھر بھی اپنے اندر (سب کو فنا) کر لیتا ہے اور حسب اشلوک اوّل الذکر آسمانی سیارگان کی رفتار اور دور اور زمین کی گردش سے زمانہ کو عالم وجود میں لایا اور اُس کو سکنڈ منٹ۔ گھڑی۔ دنوں ہفتوں مہینوں۔ سالوں اور صدیوں میں تقسیم کر دیا جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔ **ھو الذی جعل الشمس ضیاءً و القمر نوراً وقدرہٗ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب۔**

جب اُس سرب شکتیمان (قادر مطلق) پرمیشر نے اپنی کمال قدرت اور لازوال طاقت سے موجودات عالم کو پیدا کرکے اجرام فلکی اور گردش زمین کے ذریعہ سے زمانہ کو خلعتِ وجود عطا فرمایا۔ تو وہ عالم وجود میں آیا۔ اور محسوس ہونے کے قابل ہو کر اپنی تینوں ممیزہ صورتوں۔ ماضی۔ حال۔ مستقبل کے ساتھ تسلسل واقعات کے سہارے موجود ہو گیا۔ گو زمانہ اپنی طویل العمری اور بے حد درازی کی نہائت ہی غیر محدود شے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب بغور دیکھا جاتا ہے۔ تو یہی غیر محدود زمانہ نہائت ہی مختصر اور ادنیٰ شے ہے۔ کیونکہ زمانہ باعتبار اپنی نوعیت کے تین اجزا ماضی۔ حال۔ استقبال سے مرکب ہے۔ جن میں سے پہلی صورت اقبالیہ حادث۔ دوسری صورت حالیہ موجود تیسری صورت ماضیہ فانی ہے۔ پس زمانہ کا ہر ایک لمحہ یا سکنڈ حادث ہوتا ہے۔ پھر وہی لمحہ موجود ہو کر ماضی یعنی فنا ہو جاتا ہے۔ اور اگر زمانہ کی ایک لمبی زنجیر فرض کی جائے۔ تو ماضی۔ حال۔ مستقبل کی تین کڑیوں سے مرتب ہے۔ اور اس کا پہلا سرا دُنیا یا موجودات کی ابتدا سے شروع ہو کر دوسرا سرا دُنیا کے خاتمہ پر ختم ہوتا ہے۔ تو یہ مجموعی حالت زمانہ کی ایک بہت حائل ہے۔ جو علمِ الٰہی کے سامنے بلحاظ وجود موجودات اور تسلسل واقعات کے پیدا ہو گئی ہے۔ اور جس کے ساتھ ماضی اور مستقبل دونوں صورتوں کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ باری تعالیٰ علیم بذات الصدور اور محیط الکل کا علم ایسا غیر محدود اور وسیع ہے۔ کہ اُس کی وسعت کے سامنے موجودات اور واقعات کا سلسلہ اور دور زمانہ ادنیٰ شے ہیں۔ جو اُس کے غیر محدود علم سے کبھی باہر نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ اس کے علم ہی میں سمائی ہوئی ہیں۔ اور اسی میں معدوم یا فنا ہو جاتی ہیں جیسا کہ تتریہ اپنشد یا منڈک اپنشد کے مصنف مہرشی کا یہ قول ہے۔ کہ ”زمانہ تمام مخلوقات کو پچا تا (ہضم کرتا) ہے۔ پس جس مہاتما کے اندر زمانہ بھی پچ جاتا ہے۔ اُس کو جو شخص جانتا ہے۔ وہی حقیقت کا جاننے والا ہے“

اس منتر سے بھی واضح ہے۔ کہ جس طرح زمانہ کے اندر موجودات اور واقعات کا سلسلہ ہضم ہو یا فنا ہوتا چلا جا رہا ہے اسی طرح کبھی نہ کبھی زمانہ بھی پرمیشر کے غیر محدود اور بے پایان علم میں ہضم یا فنا ہو جائیگا۔ کیونکہ زمانہ اپنے جن تین اجزا ماضی۔ حال۔ مستقبل کے ساتھ وجود پذیر ہے وہ تینوں اجزاء وجود پذیر ہیں بر بنا تسلسل واقعات اور وجود موجودات کے۔ پس وقوعہ واقعات اور موجودات کا سلسلہ علت اور زمانہ اُن کا معلول ہے۔ اور معلول بغیر اپنی علت کے کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اور موجودات و واقعات کا سلسلہ جو زمانہ کی علت ہیں۔ وہ حادث و فانی ہیں۔ اس لئے اُن کا معلول زمانہ بھی حادث و فانی ہے۔

دار الامان کا ہفتہ

—— حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کو مسرور و مطمئن رہنا چاہئے کہ اُن کے آقا صحت و تندرستی کے ساتھ اپنے متبرک اشغال میں مصروف اور نور و ہدائت کی اشاعت میں مشغول ہیں۔

—— حضرت ام المومنین رضی صاحبزادہ عالی تبار اور جمیع اہل بیت نبوت الحمد للہ بخیریت ہیں۔

—— حضرت صاحبزادہ عالی تبار مخدومنا مولانا مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین رضی کی اجازت سے پرجوش اور کار آمد اشخاص کی ایک سوسائیٹی بنائی ہے جس کی غرض یہ ہے کہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں آریوں کی اس مفسدانہ کا مقابلہ کیا جائے جو وہ اُس ملک کے عموماً ناواقف مسلمانوں پر شُدھی ڈال رہے ہیں اور مسلمانوں کو مرتد بنانے میں کوشاں ہیں۔ تفصیلی حالات پھر۔

—— ظہر کے بعد جو درس کلام اللہ مسجد مبارک میں ہوتا ہے۔ وہ تیئسویں پارہ تک اور بڑی مسجد کے عصر کے بعد والے درس میں سورہ نساء کے ختم تک پہنچے ہیں یہاں آجکل قرآن شریف پڑھنے اور سننے کا خصوصیت سے مزا ہے۔

—— مدرسہ میں نمایاں ترقی ہے اور نئے لڑکے داخل ہو کر طلباء کی تعداد کو بڑھا رہے ہیں۔

—— ماسٹر محمد یوسف صاحب نو مسلم نے سکھوں کی بھلائی اور اُن کو راستی کا راستہ دکھلانے کے لئے آجکل ایک کتاب ظہار حق لکھی ہے جو عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ دوسری کتاب باوا نانک جی کی سوانحعمری بھی وہ ختم کر چکے ہیں چھپ رہی ہے۔ سکھوں کی بہت سی غلط فہمیاں دور کرنے اور اُن کو راہ ہدائت پر لانے کے لئے انہوں نے ایک سوسائٹی موسوم بہ ساہد سنگت قائم کی ہے۔ جس کے اغراض و مقاصد پھر کبھی ہدیہ ناظرین ہوں گے۔

ناظرین الحکم کی خدمت میں التماس

اسی اخبار میں کسی دوسری جگہ آپ نے مکرمی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب مالک ایڈیٹر کا نوٹ پڑھا ہو گا۔ کہ وہ ایک مبارک سفر پر تشریف لے گئے ہیں تمام بھائی اُن کے بامراد اور کامیاب ہونے کے لئے دعا فرماویں یہ عاجز اخبار کو اپنی طاقت کے موافق بعد ترتیب تیاری حاضر خدمت کرکے ملتمس ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اخبار پورے صفحات اور ٹھیک وقت پر حاضر خدمت ہوتا رہیگا اور حتی الامکان احباب کو شکائت کا موقعہ نہ دیا جائیگا۔ امید ہے دعاؤں سے ضرور مدد فرمائی جائیگی اس مرتبہ بوجہ اس کے کوئی میلہ تھا۔ اور ملازمین مشین نے میلہ دیکھنے کے لئے زبردستی تعطیل منائی کسیقدر دیر ہو گئی اور صفحات بھی بجائے ۱۶ کے ۱۲ ہی شائع ہو سکے۔ العذر عند کرام الناس مقبول۔ والسلام

آپکا خادم
شیخ محمد اسمٰعیل سرساوی مہاجر منیجر عفی اللہ عنہ

میرا سفر اور درخواستِ دعا

میں ایک دینی ضرورت کے لئے باہر جاتا ہوں۔ کہاں جاتا ہوں؟ کیوں جاتا ہوں؟ اس کی تفصیل میں میں فی الحال ناظرین کو نہیں لے جانا چاہتا۔ اللہ تعالیٰ چاہیگا۔ تو میں انہیں اس سفر کے کوائف اور حالات سے اطلاع دینے کے قابل ہو سکونگا۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میں کب تک آ سکوں۔ اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ کبھی پھر دارالامان میں آؤنگا۔ یا میرا یہ سفر سفرِ آخرت ہی ہوگا۔

بہرحال میں یہ یقین کرکے کہ یہ میرا آخری سفر ہے اس لئے کہ موت کی ساعت کا کوئی علم نہیں۔ اپنے ناظرین سے چند باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ انہیں اپنے ایک دیرینہ خادم کی باتیں سمجھکر غور سے سنیں گے بخصوصاً آخری باتیں سمجھ کر۔

میں نے ۲۴۔جنوری ۱۹۱۹ء کو اپنی وصیت الحکم میں شائع کر دی ہوئی ہے۔ اگر میں اس سفر میں اس ناپائیدار دنیا کو چھوڑ دوں۔ تو اس کے موافق عملدرآمد کیا جاوے۔ اس میں مناسب تبدیلی کا اختیار حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کو قرآن کریم کی اجازت کے ماتحت ہوگا۔

الحکم کے ناظرین کے ساتھ میرا ایک گہرا تعلق رہا ہے۔ اور میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ مرنے کے بعد بھی یہ تعلق منقطع نہیں ہو سکے گا۔ بہت سی سعید روحیں ایسی ہیں جو اس سلسلہ حقہ میں الحکم کو پڑھکر داخل ہوئیں۔ اور ہزاروں نے مختلف قسم کے روحانی فوائد اس سے حاصل کئے۔ اس لئے وہ اسے نہ بھول سکتی ہیں نہ بھولیں گی۔

میں اُن سے اپنی ذات اور اپنے متعلقین کے لئے کیا چاہتا ہوں؟ صرف دعا۔

میرے لئے وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مقام صدق اور اخلاص فی الدین عطا فرماوے اور میرا خاتمہ اور حشر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے خدام کے ساتھ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لوا کے نیچے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مقام پر مبعوث فرماوے۔

متعلقین کے لئے یہ کہ میری اولاد صالح۔ قرآن کریم کے پڑھنے والی سمجھنے والی۔ اور اس پر عمل کرنے والی اور اس کی اشاعت کے لئے دل میں حقیقی جوش رکھنے والے ہیں۔ جو اخلاص اور صدق کے رنگ سے رنگین ہی نہ ہو۔ بلکہ اس میں ڈوبی ہوئی ہو۔

میری جوانی کے ایام کی محرم اور میری دُنیا میں حقیقی غمگسار اہلیہ کے لئے اگر یہ مقدر ہو۔ کہ وہ میرے بعد اپنی ذریت کی مشیت ایزدی کے ماتحت بظاہر متکفل ہو (حقیقی متکفل تو اللہ تعالیٰ ہی ہے) تو وہ سچے صبر اور رضا کے اس خدمت کو اپنے ذمہ لے۔ اور دعاؤں کے ساتھ اپنی اولاد کی اپنے موجودہ امام ایدہ اللہ بنصرہٖ کے زیر سایہ تربیت کرے اور وہ قیامت میں اسی احمدی لوا کے نیچے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقام پر اٹھیں۔ جس کی مجھے آرزو ہے۔

وہ سب اب بھی اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہیں۔ جو ربّ العالمین ہے۔ اور جس کے فضل پر مجھے یقین ہے۔ کہ وہ مجھے اور ان کو ضائع نہیں کریگا اسی نے میری اور ان سب کی ابتک محض اپنے فضل سے دستگیری کی ہے اور آئندہ بھی وہی کریگا۔

پس میری خدمات کے صلہ میں اگر کچھ ہوں۔ یا کم از کم ان فوائد کے لحاظ سے جو الحکم کے پڑھنے والوں نے الحکم کے ذریعہ سے حاصل کئے اور اس وجہ سے اُن کے دل میں میرے لئے محبت ہو۔ میری اتنی آرزو ہے کہ وہ میرے اور میرے متعلقین کے لئے وہ دعا کریں۔ جو میں نے اوپر عرض کر دی ہے۔

ہاں ایک چیز میں ان کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ ان کا پیارا الحکم ہے۔ وہ اس کو ہر حالت میں زندہ رکھنے کی سعی کریں۔ اس کے ذریعہ انہوں نے زندہ خدا کی تجلیوں کے نشانات کو دیکھا ہے۔ اور ایک زندگی کا نور خود بھی حاصل کیا ہے۔ پس وہ ایسے دوسروں کے فائدے کے لئے اپنی زندگی کے نشان کی صورت میں قائم رکھیں۔

میں اس امر کو الفاظ کی رنگینی اور رقت میں پیش کرنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ایک اس لئے کہ میرا خطاب ایک ایسی قوم سے ہے۔ جو فی الحقیقت اپنے اندر زندگی کی روح رکھتی ہے۔

میری غیر حاضری کا زمانہ اگر عارضی ہے۔ تو مجھے اندازہ کرنے کا موقع دیگا کہ میرے ان دوستوں نے جو الحکم کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ کہاں تک میری اس آواز کو سُنا ہے۔ اور انہوں نے الحکم کے قیام کے لئے کیا کیا ہے۔

کیا عجب یہ اندازہ میرے لئے مستقل غیر حاضری کی صورت میں اپنی زندگی ہی میں ایک تسلی دہ امر ہو کے۔ الحکم اس وقت بھی مالی مشکلات میں ہے۔ اور یہ مشکلات سخت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ بھی مشکل نہیں۔ انہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ پس میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوا رخصت ہوتا ہوں۔

اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر
پھر ملیں گے گر خدا لایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کون کہتا ہے کہ آپ اپنے کام سے الگ ہیں؟

مخدومی مکرمی حضرت شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں نے الحکم مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۱۹ء میں آپکا نوٹ کیا میں اپنے کام سے الگ ہوں؟ پڑھا۔ آپکے یہ الفاظ پڑھکر کہ "اگر یہ ثابت ہو جائے گا کہ الحکم کے چلانے میں میں اپنی کمزوریوں کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ تو میں بڑی آزادی اور جرأت کے ساتھ آئندہ اخبار الحکم کے نازک اور نہایت اہم فرض سے سبکدوش ہو جاؤنگا۔" مجھکو یقین ہوا کہ ضرور کچھ ایسے اسباب پیش آئے ہیں۔ یا ایسی باتیں آپ کسی سے سُنی ہیں جن میں آپ کی ناقدرشناسی

یہ دل شکنی مضمر تھی۔ اگر میرا خیال صحیح ہے (اور مجھ کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ صحیح ہے) تو مجھ کو آپ جیسے کوہ استقلال پر تعجب ہے کہ کیوں ایسی باتوں سے متاثر ہوئے ہیں ؎

[illegible]

[illegible]

شکر ہے کہ اس وقت جس کے آپ شاکی ہیں قوم نے ضمیر کی [illegible] سے شکر گزار ہے اور مخلص دوستوں کے دل میں اتنی بھی گنجائش نہیں۔ کہ وہ الحکم کی کسی ذرا سی فروگذاشت کو بھی چشم پوشی اور عفو و عطا کی نظر سے ملاحظہ فرما سکیں۔ لیکن میں تو آپ کو اس ہندی شاعر تلسی داس سے بھی زیادہ وسیع الاخلاق سمجھتا ہوں۔ جو کہتا ہے کہ ؎

تلسی بُرا نہ مانیے جو مورکھ کچھ کہہ جائے
بہتے جل کے بیچ میں بُرا بھلا بہہ جائے

اسی واسطے میں نے آپ کے اُن الفاظ کو جن سے ایک گونہ خستگی اور دل گرفتگی ٹپکتی ہے۔ کسی قدر تعجب کے ساتھ پڑھا ہے میرے واقف حالات اور بے تکلف دوست اچھی طرح جانتے ہیں۔ (اور آپ بھی ان ہی دوستوں میں سے ہیں) کہ میں اپنے ضمیر کے خلاف کوئی بات ہرگز ہرگز زبان سے نکال ہی نہیں سکتا۔ الحمد للہ میری فطرت میں منافقت کی رتی برابر بھی استعداد نہیں۔ بھلا جو شخص بڑے بڑے عالیجناہوں اور دنیوی اعتبار سے بڑے بڑے صاحب جاہ و جلال لوگوں کے سامنے بھی کامیابی کے ساتھ حق باتوں کے کہنے سے (جو کونین اور مبر سقوطری سے زیادہ کڑوی ہوتی ہیں۔) ساری عمر میں ایک دفعہ بھی باز نہ رہا ہو۔ وہ اب شیخ یعقوب علی صاحب تراب کو خوش کرنے کے لئے کیوں اپنے ضمیر کا خون کرنے لگا ہے۔ میں حق بات کہنے سے ہرگز نہیں رک سکتا۔ اور مجھ کو مطلق اس کی پروا نہیں ہوتی کہ آپ یا آپ سا کوئی اور مجھ سے خوش ہو یا ناخوش۔ بات یہ ہے کہ جن باتوں نے آپ کو اپنے اخبار میں دکھ بھرا نوٹ لکھنے پر مجبور کیا۔ انہیں باتوں کے بار بار سننے سے [illegible]

اس بات پر مجبور ہوا۔ کہ آپ کا نوٹ پڑھ کر کچھ لکھوں ؎

چشم زخواب و گوش زافسانہ پُر شدست
ساقی مرا گذار کہ پیمانہ پُر شدہ است

سُنیے اور متوجہ ہو کر سُنیے! اب [illegible] ایک آپ کی ذات قوم کے لئے الحکم سے زیادہ ضروری اور قیمتی ہے آپ اکثر اوقات اپنی توجہ کو دوسرے کاموں پر (اگرچہ وہ دوسرے کام بھی ایک حد تک قوم کے لئے مفید ہی ہوتے ہیں) مبذول کر کے الحکم کو اپنی بے توجہی سے متاثر کیا۔ اور نہ صرف الحکم بلکہ اپنے لئے جو جو مشکلات خریدی ہیں۔ اُن میں مجھکو وہ مشکلات زیادہ تکلیف دہ اور دل شکن معلوم ہوتی ہیں۔ جو آپ کی ذات سے متعلق ہیں۔ آپ نے اپنی قابل قدر قوتوں کو دوسرے مصرفوں میں صرف کر کے اپنے آپ کو مشکلات میں ڈال کر میرے نزدیک قوم پر بھی ظلم کیا۔ کیا آپ نے کسی کا یہ مقولہ نہیں سُنا تھا۔ کہ ؎

خویشتن را دوست دارم نے برائے خویشتن
بلکہ بہر آنکہ دلبر دوست میدارد مرا

حضرت! اگر قوم نے آپ کی قدر نہیں پہچانی۔ تو اس کے یہ معنی تو ہرگز نہیں ہونے چاہئیں۔ . . . . . . کہ آپ یہ کہدیں۔ کہ میں آئندہ اخبار الحکم کی ایڈیٹری کے اہم فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ آپ لوگوں کی ناقدر شناسی کی پرواہ نہ کریں۔ آپ اپنی کوششوں کا اجر خدا تعالیٰ سے چاہیں۔ اور اپنے کارناموں کا خود ہی تصور کر کے اپنے دل میں خوش ہو لیا کریں ؎

نظارہ کن در آئینہ خود را حبیب من
اما بشرطیکہ آنکہ نگردی رقیب من

آپ کی اولوالعزمی۔ آپ کی ہمت۔ آپ کا استقلال آپ کی خدمت تبلیغ تصنیف۔ آپ کی دینی خدمات قوم کے دلوں پر منقش ہیں۔ [illegible] مسیح موعود علیہ السلام کے [illegible] خدمات [illegible] ہیں۔

آپ جانتے ہیں موجودہ امام حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح عزیز مرحوم کے قیمتی سبق سالہا سال میں ایک ہیں۔ آپ کا اخبار سلسلہ کے تمام اخباروں اور رسالوں کا باوا آدم ہے۔ اگر کوئی خدانخواستہ آپ کی موت اور خدمت اور علو مرتبہ کو تسلیم نہ کرے تو اُس کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ مجھکو صرف چھ سال سے الحکم کے مطالعہ کا فخر حاصل ہے۔ اس چھ سال میں الحکم نے مجھ پر جسقدر احسانات کئے ہیں۔ اُن کا شکریہ ادا کرنا اپنی طاقت اور بساط سے باہر تصور کرتا ہوں (تفسیر القرآن اور اور بہت سی کتابوں کے احسانات اس کے علاوہ ہیں۔) جو حضرات تیرہ ۱۴ سال سے برابر الحکم کے دسترخوان پر انواع و اقسام کی روحانی غذائیں چٹ کر رہے ہیں اُن کے سر پر تو آپ کے احسانات کا اسقدر بوجھ ہے کہ حد بیان اور احاطہ وہم و گمان سے بیرون و افزون ہے ؎

ساغر کشان بزمش یارب چہ مست باشند
کز نیم قطرہ جامش از خویشتن رمیدم

اگر خدانخواستہ ایسے اشخاص کا وجود بھی آپ کے خریداروں میں ہے۔ کہ جو الحکم کی تاخیر اشاعت وغیرہ پر آپ کی مالی مشکلات اور الحکم کی آمدنی کا اندازہ کئے بدون اسقدر برافروختہ ہو جاتے ہیں۔ کہ الحکم کو کشتنی و گردن زدنی قرار دیکر گالیوں پر اتر آتے ہیں۔ تو میرے نزدیک ایسے اشخاص پیدائشی بخیل اور نہایت پست ہمت ہوتے ہوں گے۔ [illegible] شکایتیں۔ اور [illegible]

شائع کر دیتے ہیں۔ لیکن پھر نباہ نہیں سکتے چند روز کے بعد کسی دوسری جانب توجہ مبذول کر دیتے اور کام کو ادھورا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے ادھورے کاموں کی اتنی بڑی فہرست تیار ہو سکتی ہے جس کو دیکھ کر شیخ صاحب ضرور نادم اور شرمندہ ہو جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا بیان راستی سے بہت قریب اور غلط بیانی سے بہت دور رکھتا ہے۔ لیکن میں اس معاملہ میں آپ کو ہرگز ملزم نہیں ٹھہراتا بلکہ ایسے نکتہ چینوں کو جواب دیتا ہوں کہ یہی ایک بات ہے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ شیخ یعقوب علی صاحب کے پہلو میں جو دل ہے وہ زندہ اور قومی ترقی و اولوالعزمی کے خیالوں سے لبریز ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ قرآن شریف کی کامل تفسیر لکھی جائے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مخدوم الملۃ رض کی سوانح عمری شائع ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین رض کی لائف تیار ہو۔ وغیرہ غیرہ۔ دوسروں کو ان مفید کاموں میں سست و کاہل دیکھ کر وہ جرأت و دلیری سے خود قدم بڑھاتے ہیں۔ لیکن انسانی کمزوری مالی مشکلات بیش از بیش ضروریات کے پیدا ہو جانے کے باعث دوسری طرف مشغول ہو جاتے ہیں ؏

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار

گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

جو لوگ اعتراض کرتے اور ادھورے کاموں کی فہرست پیش کرتے ہیں۔ وہ اگر بجائے اعتراض کرنے کے خود ہی اُن ناتمام کاموں کو تمام کرنے کا بیڑا اٹھائیں اور کچھ کر کے دکھائیں۔ تو قوم بھی ان کی شکر گذار ہو اور خدا تعالیٰ سے بھی اجر عظیم پائیں۔ لیکن افسوس کہ قوم کی بدنصیبی سے ایسا ظہور میں نہیں آیا۔ اور ؏

ہر یکے ناصح برائے دیگراں

ناصحِ خود یافتم کم در جہاں

کا نمونہ عموماً سب نے دکھایا ہے۔ تاہم میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ آپ اپنے خریداروں (خریدار بمعنے عاشق) پر رحم فرمائیں اور اپنی ساری کوششیں اسی کام میں صرف کر دیں کہ الحکم موقت الشیوع ہو جائے۔ آپ کی مالی مشکلات کا تصور کر کے یہ کام کوئی آسان کام نہیں معلوم ہوتا لیکن صرف آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرنا نہایت ضروری کام ہے خلاصہ کلام یہ کہ آپ نے قوم کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس لئے آپ مخدوم و مکرم ہیں۔ آپ کو کسی کے کہنے سننے یا شکایت کرنے سے ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ الحکم خدا کرے قیامت تک جاری رہے۔ اور آپ کو خدا تعالیٰ بہت لمبی عمر عطا فرما کر الحکم کی روز افزوں اور بیش از بیش ترقیات و قبولیت دکھلائے۔ نہ الحکم کو آپ جیسا ایڈیٹر مل سکتا ہے۔ نہ آپ کو الحکم کی ایڈیٹری کے سوا کوئی دوسرا کام زیب دیتا ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں ؎

نالہ مرغِ چمن گم کردہ سیر آہنگ نیست

واگذارید گے نوا سنجاں بخاموشی مرا

والسلام

راقم

۱۵- مئی ۱۹۰۹ء اکبر شاہ خان نجیب آبادی ثم قادیانی

ریویو

(رقمزدہ نائب افسر دار الکتب احمدیہ)

صاعقہ ذوالجلال میرے مکرم بھائی میر قاسم علی صاحب دہلوی کوئی ایسے معمولی انسان نہیں۔ جن کو ناظرین سے انٹروڈیوس کرانے کے لئے زیادہ الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت ہو۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ممتاز خادم اور ہمارے موجودہ امام حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخلص مرید ہیں۔ میر صاحب موصوف کی علمی لیاقت اور قادر الکلامی اُن کے کارناموں سے روشن ہے۔ جو اُنہوں نے احمد مسیح نابینا کی سرکوبی اور امرتسری دریدہ دہن کی گوشمالی میں ظاہر فرمائی۔ اس مکرم بھائی کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کچھ ایسی طلاقت اور ایسی طاقت و اوسان عطا فرمائے ہیں۔ کہ وہ مذہب اسلام کے دو زبردست دشمنوں عیسائی اور آریہ مذہب کے لئے اس وقت تک شمشیر دودم ثابت ہوئے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ تحریر و تقریر دونوں میدانوں میں یکساں قابلیت سے اپنے فنون سپہ گری کا اظہار فرماتے ہیں۔ جس اس مکرم بھائی نے جب دیکھا۔ کہ طبل تہی اب نہائت اونچے سُروں تک پہونچ گیا ہے۔ اور گانٹھ کٹنے والا باریک دھوتی باندھ کر آڑا چوتالا بجانے لگا ہے تو ایک ایسی چوب رسید کی۔ کہ دھرمپال میں اگر کچھ بھی غیرت کا مادہ ہے۔ تو اُس کے پھوٹے ہوئے ڈھول میں سے اب بھینسیا سُر بھی نہ نکل سکیں گے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے مختون آریہ کے نخل اسلام سے کوئی کبیدہ خاطری اور گرفتگی طبع حاصل کی ہے۔ اور جو شخص آریہ مہاشوں کی موجب تفنین حقیقت سے کما حقہ واقف ہونا چاہتے ہیں۔ وہ اگر ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی سکرٹری انجمن احمدیہ دہلی کرہ بنگش سے صاعقہ ذوالجلال کے پہلے حصے کے دونوں جزو منگا کر ملاحظہ فرمائیں گے تو اپنے دل میں ایک خورمی و شادکامی معائنہ کریں گے پہلے حصہ کے دونوں جزو علیحدہ علیحدہ رسالوں کی شکل میں طبع ہوئے ہیں۔ ساٹھ ساٹھ صفحات کے قریب ضخامت ہے۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ نہائت عمدہ اور قیمت صرف دو دو آنہ۔ ایسی اچھی اور ایسی سستی کتابیں منگا کر اگر کسی مسلمان کو بجائے شادمانی کوئی گرانی محسوس ہو تو میرا ذمہ!۔ اہل دول کو مناسب ہے کہ ان رسالوں کی بہت بہت سی جلدیں خرید کر مفت لوگوں کو تقسیم کریں اور سزاوار اجر عظیم ٹھہریں۔

چند طبی رسالے آیورویدک فارمیسوٹیکل کمپنی لمیٹڈ لاہور کے مینیجنگ ڈائرکٹر سرداری لال صاحب نے دار الکتب احمدیہ کے لئے روانہ فرمائے ہیں۔ ان میں بعض (. . . . . . . مفید بھی ہیں۔ سرداری لال صاحب کے مصنفہ ہیں۔ مذکورہ بالا پتہ سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ رسالوں کے نام اور قیمتیں اس طرح

ہیں۔ مستقبل بینی۔ رسالہ مفرحات۔ رسالہ [illegible] رسالہ بخار۔ رسالہ طاقت جسمانی۔ اندرونی [illegible]۔ علم الاجسام۔ سونے [illegible] [illegible] مفردات کے [illegible] اور [illegible] ہیں۔ سو قیمت دو روپیہ [illegible] ان چھوٹے چھوٹے رسالوں میں فن طب کے متعلق گرچہ زیادہ غلطیاں نہیں ہیں لیکن ان کے مصنف نے جو ویدک دھرم کی بڑی سبھا یا اور پرچار کرنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ نہ تنہا فن طب کی مفید باتوں سے عام لوگوں کو واقف کرنے اور خود مالی نفع حاصل کرنے کا کام لیا ہے۔ بلکہ اس ٹٹی کی آڑ میں اپنے مذہب کی اشاعت کا کام بھی خوب سر انجام دیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ آپ حاملہ عورتوں کی اُن خواہشوں کا ذکر کرتے ہوئے جو اُن کو ایام حمل میں عموماً پھیکی یا کسیلی چیزوں کے کھانے کی ہوا کرتی ہیں۔ بیان فرماتے ہیں "چرک مہاراج کا قول ہے۔ کہ بچے کا دل اپنی ماں کے دل سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور خواہشیں اکثر بچے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ جو بچے کے پہلے جنم کی دیکھی ہوئی چیزوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کو مصنف نے تناسخ کی ایک زبردست دلیل ٹھہرا کر فخریہ پیش کیا ہے۔ لیکن

دروغ گو را حافظ نباشد

کو سچ ثابت کرنے کے لئے آگے چل کر آپ نے ثبوت اس بات کا دیا ہے۔ کہ بچہ اپنی آئندہ عمر میں جس قسم کا ہونے والا ہوتا ہے۔ اسی قسم کی خواہشیں بطور تخم اُس میں موجود ہوتی ہیں۔ اور اُس کے اثر سے ماں متاثر ہو کر اُسی قسم کی خواہشات کا اظہار کرتی ہے" چنانچہ بطور مثال آپ لکھتے ہیں کہ "سعد اللہ خان وزیر شاہجہان کی ماں کو جو ایک نادار و مفلس عورت تھی۔ سب کھانے کی خواہش ایام حمل میں اسی لئے ہوئی تھی کہ اس کا بیٹا وزیر اعظم بننے والا تھا۔" سب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے تناسخ کا مسئلہ کس طرح سچ ثابت ہو گیا۔ پھر ایک رسالہ میں اتفاقیہ طور پر اوراق گردانی کرتے ہوئے یہ فقرہ نظر پڑا کہ "سب کھٹی چیزیں گرم ہوتی ہیں" حالانکہ کل حموض بارد کے مشہور مقولہ سے جہلا بھی واقف ہیں۔ ایک اور رسالہ میں ہے کہ مصنف نے [illegible] مسلمانوں کی مذہبی یا اخلاقی کوئی کتاب ہی ہو گی۔ [illegible] کسی [illegible] [illegible] سردار [illegible] صاحب مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی کتابوں سے واقف ہوتے۔ تو ہرگز ایسا لکھنے کی جرأت نہ کرتے۔ ہاں ہندوؤں کی اخلاقی اور مذہبی کتابوں کی نسبت البتہ وثوق طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ بیحیائی اور فحش کا مخزن ہیں۔ لیکن یہ موقع ایسا نہیں کہ میں سردار [illegible] لال صاحب سے دست و گریبان ہوں۔ ایک جگہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "تین برس تک عورت اور مرد کو آپس میں نہیں ملنا چاہئے یعنی تین برس کے بعد ایک مرتبہ جماع کرنا چاہئے" یقین ہے۔ کہ مسٹر سردار [illegible] لال تو کم سے کم ضرور اس پر عامل اور چار سو سال تک کی .. غیر معمولی اور حیرت انگیز قوت جسمانی کے ساتھ زندہ رہنے کے متوقع ہوں گے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ کہ "سنیوگ (جماع) کے وقت مرد و عورت کو پرماتما کے آگے تہ دل سے یہ پرارتھنا (دعا) کرنی چاہئے۔ کہ اے ایشور! قادر مطلق اپنی بے انتہا قدرت اور اپار عنایت سے ہماری خواہشوں اور ارادوں کے موافق طاقتور جسیم۔ دھارمک۔ راست گفتار۔ سوشیل سبھاؤ... اور آگیا کاری فرزند عنایت کر جو آزاد خیالات والا اور زندہ دل ہو۔ تیری مرضی اور ویدوں کے اقوال پر عمل کرنے والا ہو۔ دھرم ویر ہو۔ عالی ہمت اور یودھا ہو۔ بعد ازاں یونی (فرج) کو ٹھنڈے پانی سے دھونا چاہئے۔ اگر مذکورہ بالا طریقوں پر عمل کیا جاوے۔ تو اس میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جو اولاد پیدا ہو گی۔ وہ تندرست اور مکمل اعضاء والی اور دھارمک خیالات والی ہو گی" میں نہیں خیال کر سکتا۔ کہ اس دعا اور دعا کی قبولیت [illegible] اس [illegible] کا حال معلوم کرکے آریہ سماج (جس کو دعوے [illegible] ہے) نے مصنف کے [illegible] کس قسم کا رزولیوشن پاس کیا ہو گا۔ پھر ایک جگہ مہرشی آتریہ جی سے ایک نسخہ نقل کیا گیا ہے۔ کہ "خرگوش کے گوشت میں [illegible] پیپلے کا سفوف ملا کر حاملہ کی چھاتیوں پر لیپ کیا جاوے۔" [illegible] کو [illegible] اس قسم کے نسخوں پر عمل کرنے لگی ہے۔ جس میں [illegible] ہے۔ میں نے بہت [illegible] [illegible] سے [illegible] [illegible] لیکن لا [illegible] [illegible] حرام [illegible] [illegible]

بیعت نامہ

یہ ایک پنجابی زبان کی کتاب ہے نظم میں ہے۔ ٹائیٹل پیج بتا رہا ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات اور اُن کی وفات اور کچھ خواب کے متعلق مضامین ہیں۔ صفحوں کی تعداد ۸۰ ہے۔ جناب اخویم سلطان محمد صاحب ساکن کٹڑہ لوہگڈھ کوچہ کشمیریان شہر امرتسر کی مصنفہ ہے۔ قیمت کتاب پر ۲/ رکھی ہے۔ دارالکتب احمدیہ کے لئے یہ کتاب رحمت اللہ صاحب احمدی شاہ نگر موضع بھاگوان ڈاکخانہ راجہ سانسی ضلع امرتسر نے بھیجی ہے۔ رحمت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "اگر کسی صاحب کو ضرورت ہو۔ تو ایک ٹکٹ بھیج کر مجھ سے طلب فرما لیں" میں چونکہ پنجابی زبان نہیں جانتا۔ اس لئے اس کتاب کی خوبیاں میری نظر سے پوشیدہ ہیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔

جناب مولوی سید عظیم الدین صاحب وکیل عثمان آباد علاقہ نظام

آپ آجکل یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ عجیب اخلاص و محبت سے لبریز دل رکھتے ہیں۔ اکثر لائبریری میں تشریف لاتے اور نہایت دلچسپی و خوشنودی کا اظہار فرماتے ہیں۔ آپ نے رسالہ تشحیذ الاذہان کی قیمت بجائے دو روپیہ سالانہ کے پانچ روپیہ سالانہ دینی منظور فرمائی اور وعدہ فرمایا کہ دارالکتب احمدیہ کی اعانت سے ہرگز غافل نہ رہیں گے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ اور کامیاب و بامراد رکھے آمین!

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

کلام الامام امام الکلام

(منقول از بیاض اکبر نجیب آبادی)

——— (منشی گلاب الدین صاحب رہتاسی نے جو کئی روز سے دارالامان آئے ہوئے تھے۔ بعد نماز مغرب صبح علی الصباح روانگی کے لئے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا) تم بس ایک ہی نکتہ یاد رکھو۔ وہ یہ کہ اسباب سے کام تو ضرور لو۔ لیکن اسباب پر بھروسہ ہرگز نہ کرو۔ گرمی و سردی سے محفوظ رہنے کے لئے مکان و لباس وغیرہ بناؤ۔ اور ضروریات کے پورا کرنے کی کوشش ضرور کرو۔ لیکن بھروسہ صرف خدا تعالیٰ پر ہی رکھو۔ ذیابیطس والا پانی پیتا ہے۔ لیکن وہ پانی اس کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ جوع الکلب والا کھانا کھاتا ہے۔ لیکن اس کی بھوک نہیں رکتی۔ کاشتکار کس قدر محنتیں اور دقتیں برداشت کرنے کے بعد کھیتی کاٹتا اور خرمن لگاتا ہے۔ لیکن ایسا ہوتا ہے۔ کہ خرمن میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور اس کی ساری محنت اور کمائی ذرا سی دیر میں خاک میں مل جاتی ہے۔ دیکھو۔ میرے پاس آدمی بھی ہیں۔ مکان بھی ہے۔ کھانے پینے کا سامان بھی ہے۔ لباس بھی ہے۔ بیوی بھی ہے۔ لیکن مجھ کو ایسا مرض لاحق ہوا۔ کہ کل سے کچھ کھایا ہی نہیں گیا۔ آج صبح میں نے عبدالحی کی والدہ سے بہت سوچ سوچ کر کہا۔ کہ فلاں خاص قسم کا کھانا میرے واسطے تیار ہو جائے۔ تو میں کھا سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کہ اس کا تیار ہونا تو قطعاً محال ہے۔ اور غیر ممکن۔ اس وقت مہیا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک شخص وہی کھانا نہائت عمدہ تیار کیا ہوا لے آیا۔ اور کہا کہ آپ کے لئے اس واسطے لایا ہوں۔ کہ شائد آپ اس کو کھا سکیں۔ میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ عبدالحی کی والدہ نے کہا۔ کہ پھر اب تو ہم بھی اسی کو کھائیں گے میں نے کہا۔ ہاں تم بھی کھاؤ۔ (منشی گلاب الدین صاحب کے پاس ہی ان کے صاحبزادے کھڑے تھے۔ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) ان پر بھی ہرگز بھروسہ نہ کرو۔ نہ بیٹی پر بھروسہ کرو۔ نہ داماد پر بھروسہ کرو۔ نہ کسی ملازمت پر۔ نہ کسی پیشہ پر۔ بس کامل بھروسہ خدا تعالیٰ پر چاہئے۔ تمہارے ملک میں کیسا برا رواج ہے۔ کہ جب کوئی مر جاتا ہے۔ تو برادری کے آدمی جب تک روٹی کا سامان اس کے یہاں تیار نہ دیکھ لیں۔ اس وقت تک جنازہ نہیں اٹھاتے۔ (۱۲ مئی ۸ء بعد نماز مغرب)

——— ہمارے پاس قرآن کریم کی مختلف زبانوں کی تفاسیر موجود ہیں۔ مثلاً سندھی زبان کی نہائت اعلیٰ درجہ کی تفسیر ہے۔ اسی طرح چینی زبان کی تفسیر بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ ایک تفسیر جاوی زبان کی بھی ہے۔ (۱۱ مئی ۸ء قبل نماز عشا)

——— (مولوی صدرالدین صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا) آپ نے سرّ اللیال کتاب دیکھی ہے؟ (انہوں نے کہا کہ میں نے تو نام بھی آج ہی سنا ہے۔ فرمایا) سرّ اللیال کے مصنف کا نام احمد فارس مشہور ہے۔ وہ پہلے عیسائی تھا۔ زبان عربی کے شوق سے اس کو اسلام نصیب ہوا۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں ۱۲ سو صفحہ کی لکھیں۔ ایک جلد فرانس میں لکھی۔ دوسری مالٹا میں۔ یہ شخص ترکی۔ عربی۔ فرنچ۔ انگریزی چاروں زبان کو کامل طور سے جانتا ہے۔ اس کتاب میں عربی زبان کو سب سے برتر ثابت کیا ہے۔ بعض مقامات پر عجب دعویٰ سے لکھتا ہے۔ تو مزا آجاتا ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے۔ کہ میں نے فرانس اور انگلستان کے تمام مشہور مشہور ادیبوں سے کہا کہ میں ایک مسجع عبارت پیش کرتا ہوں۔ ذرا اس پر دو چار سطریں نثر مسجع کی لکھ دو۔ کسی سے بھی ممکن نہ ہوا۔ میں نے کہا۔ کہ میں تو عربی میں ہزاروں ہزار شعر لکھ سکتا ہوں (۲۸ اپریل ۸ء)۔

——— میں نے مدینہ منورہ میں ایک لڑکا دیکھا۔ وہ کسی کا غلام تھا۔ اس نے قرآن شریف اس خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ کہ اس کے پاس سے عرب لوگ ہلنا نہیں چاہتے تھے۔ ہزاروں آدمی اس کے گرد جمع تھے۔ جس آواز اور جس سُر سے اس نے ابتدا کی تھی۔ اسی آواز اور اسی سُر سے اس نے پورا ایک پارہ ختم کیا۔ لوگ اس پر پروانہ کی طرح عاشق تھے۔ مکّہ معظمہ میں ایک شخص گوہر تھا۔ اس کو جوہر کہتے تھے۔ وہ بھی کسی کا غلام تھا۔ اس کے مالک نے اس کو قرآن یاد کرایا تھا۔ مکّہ معظمہ میں اس کی مانند کوئی قاری نہ تھا۔ مولوی کرامت اللہ اور شریف مکّہ کو میں نے دیکھا۔ کہ اس کا ہاتھ چومتے تھے۔ اور سب اس کو سیدی سیدی کہتے تھے (۲۸ اپریل ۶ء بعد نماز ظہر)

——— زبان عربی میں وسعت اور قادر الکلامی رکھنے والے متقدمین میں چار شخص ہیں۔ اول امام غزالی۔ دوم صاحب تفسیر کبیر۔ سوم بوعلی سینا چہارم شیخ محی الدین ابن عربی۔ ان چاروں شخصوں کو زبان عربی پر بڑی قدرت اور وسعت حاصل ہے (سید عبدالحی عرب نے کہا کہ حضرت صاحب یعنی مسیح موعود علیہ السلام بھی تو عربی میں بڑے قادر الکلام ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ) تم نے میری بات پر غور نہیں کیا۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا ہے۔ کہ متقدمین میں یہ چار شخص ہیں (۷ جنوری ۶ء بعد نماز ظہر)

——— ایک دن بوعلی سینا کے کئی شاگرد بہمن یار وغیرہ اس کے گرد جمع تھے۔ استاد سے بعض لطیف باتیں سن سن کر اور متاثر ہو کر کہنے لگے۔ کہ حضور آپ بھی اگر پیغمبری کا دعویٰ کریں۔ تو کیا اچھی بات ہو۔ اس وقت تو شاگردوں سے یہ سن کر بوعلی سینا خاموش رہا۔ پھر کسی دوسرے موقعہ پر جبکہ سردی نہائت زور شور پر تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ برف پڑ رہی تھی۔ انہیں شاگردوں کو لیکر بوعلی سینا کسی پہاڑ پر پہنچا۔ جس شاگرد نے اس روز شد و مد سے پیغمبری کے دعویٰ کی ترغیب دی تھی۔ اسی سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ میری ایک بات مانو گے؟ اس نے کہا کہ بسر و چشم! بوعلی نے کہا کہ ذرا تمام کپڑے اتار کر بالکل ننگے ہو کر اس سامنے کے تالاب میں ایک غوطہ لگا کر آؤ۔ شاگرد سن کر استاد کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگا۔ بوعلی نے کہا کہ کیوں کیا دیکھتا ہے؟ شاگرد نے کہا۔ کہ میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کے دماغ میں تو کوئی خلل نہیں آ گیا

تب بوعلی سینا نے کہا۔ کہ او نادان بدتمیز! تو میرے ذرا سے حکم کی تعمیل نہیں کرسکتا۔ اور پھر کہتا تھا کہ پیغمبری کا دعویٰ کرو۔ پیغمبری کوئی آسان کام ہے؟ یا ہر شخص بطور خود اپنے تجویز کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ دیکھو! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب ان وحشی جاہل۔ سے فرمان لوگوں کو حکم دیا۔ انہوں نے ہزاروں میں سے ہر طرح کہا۔ اُس کی تعمیل کی۔ اُن سے فرمایا۔ کہ گھمسان لڑائیوں میں اپنی جان دیدو۔ انہوں نے جان دیدی۔ تو میرا شاگرد تھا۔ اور میری بڑی تعظیم کرنے والا ہے۔ تجھ سے میری ایک بات بھی نہ مانی گئی ع۔

ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

(۱۰ مئی سنہ ۱۹۰۹ء در مسجد مبارک)

صدر انجمن کی اطلاعیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خود دست مبارک کا چھپوایا ہوا اصل ایک نسخہ براہین احمدیہ ہر چہار جلد فرسٹ ایڈیشن بک ڈپو صدر انجمن احمدیہ میں موجود ہے۔ جو ۳۰ پر مل سکتا ہے۔ اگر کسی صاحب کو ضرورت ہو۔ تو نقد قیمت ارسال کرکے یا بذریعہ وی۔پی طلب فرمادیں۔ قیمت مذکورہ علاوہ محصول ڈاک ہے۔

۶/۹ محمد علی سکرٹری

اعلان

چن احباب نے احمدیہ زمینداروں سے بجائے نقدی کے غلہ چندہ کے طور پر جمع کیا ہے۔ وہ مہربانی فرماکر اسے فروخت کرکے نقدی بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں۔ غلہ اس جگہ بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے خرچ زیادہ پڑیگا۔ بلکہ اُس جگہ غلہ عام نرخ پر فروخت کیجئے۔

۶/۹ محمد علی سکرٹری

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب الحکم قادیان

نقل معائنہ مدرسہ

آج میں نے بمعیت لالہ گرداری لال بی۔اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس مدرسہ کا معائنہ کیا۔ لیکن مدرسہ کو ایپارٹمنٹ کی تعطیل کی وجہ سے بند پایا۔ تعداد طلبا اس وقت ۲۶۵ ہے جبکہ سابقہ معائنہ کی نسبت ۸۰ کی زیادتی ہے۔ امید ہے۔ کہ نئی تعمیر جلدی شروع کی جاویگی۔ کیونکہ اینٹیں بکر موقعہ پر جمع ہیں۔ بعض رجسٹروں کی پڑتال کی گئی اور قابل توجہ ایک یادداشت ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس چھوڑی گئی۔ مدرسہ ہذا ہر سال ڈو دو یا تین تین مدرس ٹریننگ کالج بھیجنے میں مستعدی سے ترقی کر رہا ہے۔ تین اُستاد واپس آچکے ہیں۔ اور دو بھیجے گئے ہیں۔ انجمن معلمین کے پندرہ روزہ اجلاس اور طلبار کے ہفتہ وار اجلاس کئے جاتے ہیں۔ مدرسہ کی خوش قسمتی ہے۔ کہ اس نے مولوی صدرالدین صاحب کی خدمات کو حاصل کیا۔ گو یہ عارضی طور سے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ ان کے ماتحت مدرسہ بڑی ترقی کریگا۔

دستخط

ایم کراس انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن

مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۹ء

ایک ضروری اطلاع

بعض دوستوں کے خطوط آتے ہیں۔ مگر چٹ نمبر کا حوالہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اُن کے حکم تعمیل نہیں ہوسکتی۔ آئندہ براہ مہربانی چٹ نمبر ضرور دیا کریں ورنہ حکم کی تعمیل نہیں ہوسکیگی۔

منیجر اخبار الحکم

ہماری بھی ہیں مہربان کیسی کیسی!

آج مجھے ایک بہادر فرشتہ خصلت دوست کا گمنام کارڈ ملا اس میں بندہ کو بانی پی پی کر کوسا گیا ہے۔ اور پھر میری کمزوریوں کی ایک تفصیل پیش کی گئی ہے کہ تم ایسے ہو ویسے ہو۔ اور اخیر پر بڑی سنجیدگی سے جواب کی درخواست کی گئی ہے چونکہ میرے بہادر دوست اپنا نام اور پتہ لکھنا بھول گئے ہیں اس لئے میں اخبار کے ذریعہ اپنے دوست کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ دوستو! میں انسانی کمزوریوں یا شخصی عیوب سے بالکل پاک نہیں ہوں۔ اور نہ ہی میں ایسا دعوے کرسکتا ہوں۔ میرے دوستو! باوجود اُس روشنی کے جو کہ مشرف با اسلام ہو کر مجھے نصیب ہوئی۔ باوجود اُس آتم بل کے جو کہ احکم الحاکمین کی پرارتھنا کرنے سے مجھے ملا۔ باوجود اُس شانتی کی بارش کے جو کہ میرے جلے ہوئے دل پر ہوئی اور باوجود اسلام جیسے انمول رتن کے جو کہ مجھ جیسے کٹھور اور کپٹ ہردہ کو نصیب ہوا۔ میں اپنے آپ کو انسانی کمزوریوں سے پاک نہیں سمجھتا کیونکہ میں جانتا ہوں۔ کہ ایک کمزور انسان بھی شانتی پاسکتا ہے لیکن ہر ایک شانتی پایا ہوا انسان کمزوریوں سے پاک نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک انسان اُس روشنی کو پاسکتا ہے۔ جو کہ پرماتما نے سب کے لئے دی ہے۔ لیکن ہر ایک روشنی پایا ہوا انسان گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔ میں اپنے دوست کی خدمت میں عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ میں فرشتہ نہیں۔ دیوتا نہیں۔ بلکہ ایک عاجز انسان ہوں۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور رحمانیت پر بھروسہ ہے۔ میں مصیبت اور مخالفت سے گھبراتا نہیں۔ کیونکہ مصیبتیں اور مخالفتیں تو ہمیں اور بھی پختہ کرتی ہیں۔ اگر ہم راکھ ہیں۔ تو مصیبت کی بھٹی میں تپ کر فولاد ہو جائیں گے اگر سونا ہیں۔ تو کندن بن جائیں گے۔ میں خط کو تو آگ کے حوالہ کرتا ہوں اور اپنے دوست کو خدا کے حوالہ

قوم کا خادم

محمد یوسف صادق سوداگر

امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء

آجکل بدقسمتی سے جہاں اَور بہت سی غلطیوں میں اہلِ اسلام گرفتار ہیں وہاں ایک حقیقتِ دعا کی ناواقفیت بھی ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب سے بڑی غلطی ہے۔ دنیا کی اکثر قومیں دعا کی منکر ہیں۔ اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے دعا کی نہایت سچی اور قیمتی فلاسفی سے اطلاع دیکر تمام کامیابیوں اور اولوالعزمیوں اور فلاحِ دارین کی کنجی مسلمانوں کے ہاتھ میں دیدی۔ میں تو سید احمد خان کو بھی اس لیئے اچھا جانتا ہوں کہ اُس نے دعا کا انکار کیا اور اسکی وجہ سے آج برکات الدعا جیسی قیمتی کتاب ہمارے ہاتھ میں آسکی۔ مرورِ ایام سے جس طرح مادی چیزوں کی شکل و شباہت میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اسی طرح شاید لوگوں کے عقاید و اعمال کا تبدیل ہونا بھی ضروری ہے۔ تب ہی تو ہر صدی میں ایک مصلح کے آنے کی ضرورت ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں اور بہت سی غلطیوں اور گمراہیوں سے اہلِ اسلام کو بچایا وہاں دعا کی حقیقت و ضرورت سے بھی واقف کر کے اپنی جماعت کو خاص راہِ ہدایت پر چلایا۔ ہم احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کئی چیزیں مابہ الامتیاز ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احمدیوں کا دعاؤں پر بڑا بھروسہ ہوتا ہے اور جس طرح یہ اس تیز تلوار اور چلتے ہوئے ہتھیار سے کام لیتے ہیں دوسرے انکی ہمسری نہیں کر سکتے۔ اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ ..... دعاؤں اور وظیفوں کو پڑھنے اور بڑے بڑے مجاہدات کرنیوالے ملک میں بہت موجود ہیں لیکن وہ قبولیت دعا کے اس گُر سے جو اس مضمون کی پیشانی کی آیت بتا رہی ہے قطعی ناآشنا ہیں۔ انسان کی حالت جب اضطرار تک پہنچ جاتی ہے اور وہ خدا تعالےٰ کی ذات و صفات پر پورا بھروسہ کر کے ہر قسم کی بدظنی اور شک سے مبرا ہو کر التجا کرتا ہے اور اس کی روح سوائے آستانہ باری تعالےٰ کے اور کہیں اپنا ملجا و ماوا نہیں دیکھتی تو پھر قبولیت بارگاہِ خداوندی سے لبیک گویاں اسکی طرف بڑھتی ہے۔ میں علمی اعتبار سے ایک کمزور احمدی ہوں لیکن میں نے اتنی مرتبہ قبولیت دعا کے کرشمے دیکھے ہیں کہ اپنے ایمان کی مضبوطی اور خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت میں کوئی دلیل دعا سے بڑھ کر پیش نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے کئی دوستوں سے نہایت حیرت کے ساتھ بارہا کہا ہے کہ جو لوگ دعا کے قائل نہیں وہ زندہ کیسے رہ سکتے ہیں اور اگر زندہ ہیں تو ان کو کیا لطف زندگی حاصل ہوتا ہوگا؟ دنیا میں کوئی شخص اعلےٰ درجہ کا بہادر۔ اولوالعزم باہمت۔ ذی حوصلہ ہو ہی نہیں سکتا جبتک کہ وہ دعا کا قائل نہ ہو۔ میں اس وقت فلسفہ دعا بیان کرنے نہیں بیٹھا ایک خاص بات ہے جس نے مجھکو ان چند سطور کی نگارش پر مجبور کیا ہے میرے پاس آجکل خصوصیت سے مختلف دوستوں کے بہت سے خطوط اس مضمون کے آئے ہیں کہ ہمارے واسطے دعا کرو اور حضرت امیر المومنین سے دعا کراؤ۔ اس بات سے تو مجھکو بڑی خوشی ہوتی ہے کہ میرے دوست دعا کو اپنے حصول مطالب کیلئے اعلیٰ درجہ کی تدبیر سمجھتے ہیں اور اسی لیئے انشاء اللہ تعالےٰ وہ ہرگز ضائع نہ ہونگے لیکن میں ان کو ایک نہایت ضروری بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں وہ یہ کہ ان کو چاہیئے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سے وہ اپنا ایسا تعلق بڑھائیں کہ ان کا درد حضرت امیرؓ کا درد اور انکی خوشی حضرت امیرؓ کی خوشی ہو جائے۔ وضاحت کیلئے میں اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تقریر جو انہوں نے کسی موقع پر فرمائی تھی انہیں کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں "دعا کا معاملہ نہایت نازک ہے اس کے لیئے شرط ہے کہ متدعی اور داعی میں ایسا رابطہ مستحکم ہو جائے کہ اس کا درد اس کا درد اور اُسکی خوشی اسکی خوشی ہو جائے۔ جس طرح شیر خوار بچہ کا رونا ماں کو بے اختیار کر دیتا ہے اور اسکی چھاتیوں میں دودھ اُتر آتا ہے ویسے ہی متدعی کی حالت زار اور استغاثہ پُردرد سراسر رقت اور عقدِ ہمت بنجائے .... جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی اور جسے دیکھکر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کو معلوم کر لوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے اور اسکا وجود خدا کے لیئے خدا کے رسول کے لیئے خدا کی کتاب کے لیئے اور خدا کے بندوں کے لیئے نافع ہے ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے ...... میں نے جہاں تک تجربہ کیا ہے خدا کے کلام سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے کہ قبولیت دعا کے لیئے اور کسی مردِ خدا کے دل میں دعا کی تحریک پیدا کرنے کے لیئے ایک ہی گُر ہے اور وہ اضطرار ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ مضطر کی دعا سنی جاتی ہے۔"

راقم
اکبر شاہ خان نجیب آبادی